علی محسن صدیقی
کراچی یونی ورسٹی

زوالِ خلافتِ عباسیہ اور خواجہ نصیرالدین طوسی

مشتمل بر

۱- مقدمہ
۲- ترجمۂ متن خواجہ نصیرالدین طوسی
۳- حواشئ متن

مُقدّمہ

خلافت عباسیہ ایک مربوط، منظم اور فعال تحریک کی تیس سالہ محتاط جد وجہد کے نتیجے میں وجود میں آئی اور ۱۳۲ھ میں اس کا پہلا حکمران ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم مسند آرائے خلافت ہوئے۔ خلافت عباسیہ کی تنظیمی اساس میں نظریۂ وراثت اور مذہبی سربراہی کے تصور کی کارفرمائی تھی اور اسی مذہبی بنیاد نے اس کی تشکیل، تاسیس، ترقی و دوام کو استحکام بخشا۔ دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم نے انہی بنیادوں پر خلافت عباسیہ کی بلند و بالا عمارت تعمیر کی جو ایک سو سال سے زیادہ عرصے تک اپنی قوت اور کارگزاری کے لئے دنیا میں مشہور اور قوی تر عالمی سیاسی قوت رہی اس کے بعد انحطاط ضعف اور بے اقتداری کے چار سو سال تک جھونکے، جھکڑ اور طوفان آتے رہے لیکن یہ عمارت اپنی کمزوری کے باوصف مضبوط بنیاد کے سہارے یہ سب جھیل گئی اور ۲۴۸ھ سے ۶۵۶ھ تک کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ رہی۔ کمزور ہوتے ہوئے بھی شہزوروں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کرتی رہی، بے اقتداری کے باوصف لوگوں کو اقتدار کے پروانے دیتی رہی اور قوت

کا آخری سرچشمہ وہی رہی۔

ماوراء النہر کے قوی تر سامانی امرا اسی عباسی خلافت کے عطا کردہ پروانۂ حکومت کے بل پر حکومت کرتے رہے، محمود غزنوی جیسا عظیم فاتح انہی کمزور عباسی خلفاء کے بخشے ہوئے القابات یمین الدولہ اور امین الملت ولی امیر المومنین کو اپنے لئے وجہ فخر ومباہات سمجھتا رہا اور عظیم سلجوق حکمران طغرل، الپ ارسلان وملک شاہ، ہر چند کہ کشور کشا تھے، بڑے دبدبے کے سلطان تھے اور عظیم عسکری قوت کے مالک تھے، عباسی خلفا کے آستانہ اقبال پر جبین نیاز خم کرتے رہے، کیونکہ امت مسلمہ کے نزدیک حکمرانی کا حق صرف خلفائے عباس کو حاصل تھا۔ دین کی حفاظت، اسلام کی صیانت اور ملت کی قیادت انہی کا حق تھی اور ان کی اجازت کے بغیر قوی دست حکمرانی بھی دنیائے اسلام پر حکومت کرنے کے جائز حقدار نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جن مسلمان سلاطین نے عباسی خلفا کی اطاعت سے انحراف کیا۔ انہیں مسلمانوں نے اچھی نظروں سے نہ دیکھا اور ان کا انجام بھی اچھا نہ ہوا۔ مشہور صفاری طالع آزما یعقوب بن لیث صفار عباسیوں کی مخالفت کے سبب شکست کھاکر ناکام مرا، اس کا بھائی عمرو بن لیث عظیم فوجی قوت کے باوجود بلخ کی جنگ میں اسماعیل سامانی کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا، ملک شاہ کو عباسیوں کی مخالفت مہنگی پڑی اور اسے جان سے ہاتھ دھونا پڑے اور جلال الدین خوارزم شاہ کو عباسیوں کے خلاف لشکر کشی کی سزا قدرت کی جانب سے یہ ملی کہ ہمدان کے مقام پر اس کا سارے کا سارا لشکر طوفان ابر و باراں کی نذر ہو گیا۔ جہاں عباسیوں کو اپنے کمزور اقتدار کو برقرار رکھنے میں ان کی مذہبی سربراہی اور عامۃ المسلمین کی ان سے خوش عقیدگی کو دخل رہا وہاں قدرت نے بھی ان کی ہر موقع پر مدد کی اور یوں وہ بے اختیاری اور کمزوری کے باوجود اپنی خلافت کو مزید چار سو سال تک باقی رکھنے میں کامیاب ہوئے اور ان کا اقتدار جو واقعی ۲۴۷ھ میں المتوکل کی وفات کے بعد عملاً ختم ہو گیا تھا ۶۵۶ھ تک برے بھلے باقی رہا اور دنیائے اسلام کے سیاسی اتحاد کی علامت کے بطور اور امت مسلمہ کے مذہبی سربراہ کی حیثیت سے انہیں مرکزی حیثیت واہمیت حاصل رہی۔

مگر ۶۵۶ھ میں منگول فاتح ہلاکو نے بغداد کو فتح کر کے آخری عباسی خلیفہ المستعصم باللہ اور آل عباس کو تہ تیغ کر دیا کو یہ خلافت، یہ اسلامی مرکزیت کی علامت اور سیاسی اتحاد کا یہ نشان

مٹ گیا۔ یوں عباسی خلافت کا سقوط ایک خاندان کی بربادی اور ایک بے طاقت حکومت کے خاتمے سے زیادہ اسلام کی مرکزیت کی بربادی اور دنیائے اسلام کے سیاسی اتحاد کا خاتمہ تھا۔ اسی لئے اسے اسلام اور مسلمانوں کا نقصان سمجھا گیا۔ چنانچہ شیخ سعدی شیرازی نے اس کا ان الفاظ میں مرثیہ لکھا ؎

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین | بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین
اے محمد اگر قیامت سر برون آری زخاک | سر بر دن آر و قیامت درمیانِ خلق بین

اس بربادی کی ذمہ داری کن افراد اور کن جماعتوں پر عائد ہوتی ہے، یہ ایک بڑی درد ناک داستان ہے مگر فوری بربادی میں جن دو شخصوں کا سب سے بڑا حصہ ہے وہ المستعصم کا وزیر ابن العلقمی اور مشہور فلسفی و عالم خواجہ نصیر الدین طوسی ہیں۔ ہلاکو نے بغداد فتح کرنے کے بعد عباسی خاندان کو برباد کرنے اور عباسی خلیفہ کو شہید کرنے کی اس وقت تک ہمت نہ کی جب تک کہ خواجہ نصیر الدین طوسی نے اس کی ہمت نہ بندھائی اور یہ نہ فرمایا کہ مستعصم باللہ شرف میں حضرت یحیٰ بن زکریا یا حضرت حسین بن علی کی گرد کو نہیں پہنچتا اور ان دونوں کے دشمنوں کے ہاتھوں مقتول ہونے کے باوجود دنیا کا کاروبار درہم برہم نہ ہوا، اور قیامت نہ ٹوٹی، تو اس مستعصم کے قتل سے کیا ہوگا؟

بہر کیف ہلاکو نے وزیر محمد بن احمد علقمی اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے مشورے اور سازش سے عباسی خلافت کو ختم، بغداد کو برباد اور اہل بغداد کو قتل و غارت کر نشانہ بنایا اور بقول شیعی مورخ ابن الطقطقی جو عباسیوں کا مخالف، ابن العلقمی و طوسی کا مداح اور مگولوں کا حاشیہ بردار ہے:

وتقحم العسكر السلطاني هجومًا ودخولًا، نجري من القتل الذريع والنهب العظيم والتمثيل البليغ ما يعظم سماعه جملةً، فما الظن بتفاصيله

(الفخری ۲۴۷)

(شہر میں) ہلاکو کی فوج کا ریلا بڑے زور و شور سے آیا جس سے خوفناک مار دھاڑ اور بھاری لوٹ مار اور عبرت ناک ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرنے کے ہولناک واقعات پیش آئے جن کا

اجمالی ذکر بھی عظیم ابتلاء اور مصیبت ہے چہ جائیکہ ان کو پوری تفصیلات کے ساتھ بیان کیا جائے۔

سقوط بغداد اور انقراض خلافت عباسیہ کے اس ذمہ دار خواجہ نصیرالدین طوسی کی ایک تحریر جو، جہاں کشائی جوینی کی تیسری جلد کے ضمیمے کے بطور لائیڈن کے نسخہ مطبوعہ ۱۹۳۷ء میں شامل ہے۔ سطور آئندہ میں فارسی سے اردو میں منتقل کی گئی ہے اور بے کم وکاست قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے تاکہ خواجہ کے تبحر علمی کے باوجود ان کی عباسی دشمنی اور منگولی تملق کا حال الم نشرح ہو سکے اور اسلام کی تاریخ کے اس عظیم المیہ میں ان کے کردار کا علم عام قاری کو بھی ہو سکے کہ ان کے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں پر کیا قیامت ٹوٹی۔ فهل من مدکر۔

"ترجمۂ متن"

جنگ بغداد کی کیفیت تحریر کردہ مرحوم افضل العالم استاد البشر نصیرالحق والدین محمد طوسی اعلیٰ رحمہ اللہ

جس زمانے میں پادشاہ جہاں، اصل امن وامان ہلاکو[ع۲] خان نے ملاحدہ[ع۳] کے استیصال کی نیت سے ان کے علاقے میں داخل ہونے کا عزم کیا، خلیفے کے پاس ایلچی بھیجا کہ تمہارا کہنا یہ ہے کہ تم ہمارے مطیع ہو، سو اس ماتحتی اور زیردستی کی علامت یہ ہے کہ جب ہم سرکش (ملاحدہ) پر فوج کشی کریں (ما چوں بیاغی برنشینم) تو لشکر سے ہمیں کمک پہنچاؤ۔ خلیفے نے اپنے وزیروں اور نائبوں سے مشورہ کیا کہ قرین مصلحت یہ ہوگا کہ تھوڑے سے سپاہی بھیج دیئے جائیں۔ امراء اور گروہ لشکر نے اس پر یہ کہا کہ ہلاکو یہ چاہتا ہے کہ اس طرح بہانے سے بغداد اور خلیفے کا ملک سپاہیوں سے خالی ہو جائے تاکہ جب بھی اس کا جی چاہے کسی مزاحمت کے بغیر وہ اس ملک پر متصرف و قابض ہو جائے۔ اس مشورے کی وجہ سے خلیفے نے لشکر کی ترسیل ملتوی کر دی[ع۴]

جب پادشاہ (ہلاکو) ملاحدہ کے ملک (کی تسخیر) سے فارغ ہو کر ہمدان کی جانب روانہ ہوا اس نے خلیفہ سے سخت باز پرس کی کہ فوج کیوں نہ بھیجی، خلیفہ اس سے خائف ہوا، اور اس نے اپنے وزیر سے مشورہ کیا وزیر[ع۵] نے یہ صلاح دی کہ زر نقد، جواہرات، مرصعات،

زرکار پارچہ جات، نفیس ملبوسات، عمدہ سواریاں، گھوڑے، سادہ رو غلام، باندیاں، خچر اور اونٹ کی قسم کے بہت سارے مال ترتیب دے کر ہلاکو کی خدمت میں روانہ کرکے لشکر نہ بھیجنے کی معذرت کرنی چاہیئے۔ یہ مشورہ خلیفہ کو پسند آیا اور اس نے حکم دیا کہ تحریر تیار کریں (نسخہ کنندہ) اور ان اشیاء کو ترتیب دیں۔ اس نے اپنے خاص امراء میں سے دو تین آدمیوں کو نامزد کیا کہ ہلاکو کی خدمت میں جاکر یہ تحائف پیش کرکے عذر خواہی کریں۔

دوات دار کوچک[۷] (صغیر) اور دوسرے اکابر دربار نے اس پہ یہ کہا کہ وزیر نے یہ رائے اس لئے دی ہے کہ ہلاکو سے اپنا کام بنائے اور ہمیں لشکریوں اور اکابر کو ترکوں[۸] (منگولوں) کے حوالے کردے تاکہ وہ ہم سب کو جان سے مارڈالیں۔ اس لئے ہم خود اس پر نظر رکھیں گے کہ جب مال و واسباب لے کر یہ لوگ شہر سے باہر جائیں تو قاصدوں کو پکڑلیں اور مال و تحائف کو ہلاکو کی خدمت میں اپنے آدمیوں کے ہاتھ روانہ کریں، یوں اپنا کام بنالیں اور اپنے مخالف (وزیر کے حامی) امراء کو مبتلائے بلاو عذاب کردیں (دانیشان را در بلاء نہیم) جب خلیفہ کو اس کا پتہ چلا تو اس نے مال واسباب کی ترسیل اور قاصدوں کی روانگی ملتوی کردی اور اس کے بجائے تھوڑا سا نہایت معمولی تحفہ بھیج دیا۔ ہلاکو کو اس پر غصّہ آیا اور حکم دیا کہ خلیفہ خود آئے اور اگر خود نہ آسکے تو تین آدمیوں، وزیر، دوات دار کوچک (صغیر) یا سلیمان شاہ[۹] ایک میں سے کسی ایک کو بھیجے خلیفہ نے ان میں سے کسی بات پر عمل نہ کیا اور معذرت چاہی اس سے بادشاہ ہلاکو کا غصّہ اور بڑھ گیا اور اس نے بغداد کی سمت پیش قدمی ولشکر کشی کے بارے میں سوچا (اندیشہ حرکت بجانب بغداد کرد) (اس دوران) چند بار، (سفراء کی) آمد ورفت/ آرجار رہی (چند کرت در تکی بیامد و برفت[۱۰]) اور ایک بار محی الدین[۱۱] کے صاحب زادہ ابن الجوزی کو قاصد بنا کر ہلاکو کی خدمت میں بھیجا گیا، مگر ان سب سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

(جاری ہے)